مثالی تعلیمی اِدارے کی چند خصوصیات

☆......☆......☆ محمد یاسین ظفر ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان ☆......☆......☆

یوں تو پاکستان میں طبقاتی نظام تعلیم موجود ہے۔ لیکن ان میں دو جہتیں بڑی واضح ہیں ایک دینی تعلیم سے وابستہ مدارس اور جامعات جبکہ دوسرا سیکولر تعلیم سے وابستہ سکول کالج اور یونیورسٹیاں! اگر چہ ان میں بہت سی قدریں مشترک ہیں جس میں تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ معاشرے کی ضرورتوں کے مطابق رجال کار کی تیاری شامل ہے۔ یہ تمام ادارے اپنا اپنا نظام تعلیم اور نصاب رکھتے ہیں۔ جس کے تحت باکمال لوگ تیار کیے جارہے ہیں۔ ایک مثالی تعلیمی ادارے کی خصوصیات کیا ہوسکتی ہیں؟ اس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ماہرین تعلیم کے نزدیک وہ کیا خوبیاں ہیں جو مثالی اداروں میں ہوتی ہیں ان کو پیش کرنے کی جسارت کرنا چاہتے ہیں تا کہ ہم اپنے اداروں کا محاسبہ کرسکیں کہ آیا ہم اس معیار پر پورا اترتے ہیں۔ اور کیا ہمارے ادارے مثالی تعلیمی مراکز کہلانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟۔

(1) تعلیمی ماحول؛۔

تمام ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ تعلیم کے لیے ایک خاص ماحول کی ضرورت ہے جس میں رہ کر ہی طالب علم صحیح تعلیم حاصل کرسکتا ہے یہ ماحول بہت سے اوصاف کا حامل ہوتا ہے مثلاً تعلیمی ادارے کی عمارت کا ڈیزائن ایسا ہو جسے دیکھ کر اندازہ ہو جائے کہ یہ خاص تعلیم کے لیے بنائی گئی ہے کلاس رومز کی ترتیب اور اس میں موجود سامان جو تدریس کے لیے ضروری ہو۔ تعلیمی سرگرمیاں طلبہ کی کیفیت لباس اور کتابیں کلاسوں میں طلبہ کی یقینی موجودگی درس یا لیکچر کی سماعت اور اس کے نوٹس کی تیاری۔ ہوم ورک اور اس کی پڑتال کا نظام' کلاسوں میں اسباق پر سوال و جواب کی گنجائش اور مناقشہ درسی کتب کے علاوہ معاون کتابوں کا مطالعہ ماہانہ ٹیسٹ اور امتحانات کا تصور۔

تعلیمی ماحول کے بغیر علم کے فروغ کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا لہٰذا اس میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ تعلیمی ماحول ہی طلبہ کو حصول علم پر اکساتا ہے مثلاً طلبہ کی اکثریت ہاتھوں میں کتابیں اٹھائے آجا رہے ہوں۔ کلاس رومز کے باہر برآمدوں بالکونیوں پارکوں میں بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں یا ایک دوسرے کے ساتھ کسی علمی نکات پر بحث کررہے ہوں یا آپس میں مذاکرہ کررہے ہوں یہ مناظر تعلیمی ماحول

کی نشاندہی کرتے ہیں ان کے بغیر طلبہ میں پڑھنے کا شوق پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اچھے تعلیمی ادارے ایسے ماحول کے لیے بڑی محنت کرتے ہیں تاکہ زیر تعلیم طلبہ کو بہتر تعلیم سے آراستہ کرسکیں۔ تعلیمی فضا بنانے میں اساتذہ کرام مرکزی کردار ادا کرتے ہیں ان کی کلاس اور بیرون کلاس گفتگو اگر تعلیم کے گرد گھومتی ہوگی تو طلبہ کو بھی ان سے صحیح استفادہ کا موقعہ ملے گا۔

(2) نظام تعلیم

بلاشبہ تعلیمی ادارے علم کے فروغ کے لیے ہی وجود میں آتے ہیں لیکن تعلیم سے قبل ایک مربوط نظام کی ضرورت ہے جس کے تحت تعلیمی ادارے کو فعال کیا جاتا ہے۔ یہ نظام طلبہ کے ادارے میں داخل ہونے سے لیکر اس کے فارغ التحصیل ہونے تک مرتب ہوتا ہے جس کے تحت ہی طالب علم ادارے میں تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھتا ہے مثلاً ادارے میں داخلے کی شرائط اس کی تعلیمی قابلیت' عمر کی حد' چال چلن اور اخلاقی قدروں کی پابندی کی ضمانت' غیر تعلیمی سرگرمیوں میں ملوث نہ ہونے کا اقرار' ادارے کے قواعد و ضوابط کی پابندی' تعلیمی اوقات اور کلاسوں میں یقینی حاضری' ماہانہ یا سالانہ تعطیلات' امتحانات کا طریقہ' نصاب کی تفصیل اور مقرر کردہ حصے' حاصل کردہ نمبروں کی درجہ بندی' پریڈ کے لیے مقرر کردہ اوقات طلبہ اور اساتذہ کی پڑتال کا طریقہ کار' غیر حاضر طلبہ اور غیر منتظم اساتذہ کا مواخذہ اور محاسبہ نظام کا حصہ ہے۔

نظام کے بغیر کوئی تعلیمی ادارہ اپنی کارکردگی نہیں دیکھا سکتا نظام تعلیم کو نافذ کرنے کے لیے ایک ماہر منتظم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے تمام تعلیمی اداروں میں ایک یا دو ایسے افراد شامل ہوتے ہیں۔ جو علمی اعتبار سے زیادہ بلند مقام پر فائز نہ بھی ہوں مگر نظام کی تطبیق کا تجربہ رکھتے ہوں ان میں حکمت اور دانائی ہو' صاحب بصیرت ہوں' وقت کی نبض پر ہاتھ ہو' صبر و تحمل کا مادہ ہو' سختی کے ساتھ نرمی اختیار کرتا ہو۔ حسب ضرورت نظام میں لچک پیدا کرنے اور ماحول کو پرسکون رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں' دوسروں کی عزت نفس کا خیال کرتے ہوں' بلاضرورت اور بے جا پابندیوں سے اجتناب کرتے ہوں' سہولتوں کی فراہمی کا جذبہ رکھتے ہوں' طلبہ کو یہ باور کراسکیں کہ ان سے بڑھ کر ان کا کوئی خیر خواہ نہیں۔ ادارے کے اغراض و مقاصد کو بخوبی سمجھتے ہوں اور ان کے حصول کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوں نظام تعلیم کا مقصد طلبہ یا اساتذہ کو بے دست و پا کرنا نہیں ہوتا بلکہ ان کی صلاحیتوں سے بہتر کام لینا ہوتا ہے جو ایک اچھے نظام سے ہی ممکن ہے۔

(3) نصاب تعلیم

ایک اچھے تعلیمی ادارے کی سب سے بڑی پہچان اس کا نصاب تعلیم ہے۔ یہ نصاب ادارے کے نصب العین سے ہم آہنگ ہونا چاہیے اور دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ نصاب ادارے کے قیام کے مقاصد کو حاصل کر رہا ہے اور ادارے میں داخل طلبہ کی ضرورت پوری کر رہا ہے۔ کیا اس نصاب سے طلبہ میں فہم و فراست اور سوجھ بوجھ آ رہی ہے؟ ان امور کو پیش نظر رکھ کر ہی نصاب ترتیب دیا جانا چاہیے۔

ہم دینی مدارس کے نصاب پر بحث کریں گے۔

نصاب تعلیم کے چار مراحل ہیں

(1) مقاصد کا تعین:۔

یہ نصاب کا پہلا مرحلہ ہے جس میں ایسی کتب نصاب کا حصہ ہوتی ہیں جو مقاصد کے تعین میں مدد دیتی ہیں نیز اس شعبے کے تعارف کا ذریعہ بھی! اور طلبہ کو منزل تک پہنچانے میں مدد دیتی ہیں ایک مبتدی طالب علم جو کسی بھی دینی مدرسہ میں داخل ہوتا ہے۔ اسے یہ نصاب دیکھ کر بخوبی اندازہ ہو جائے کہ وہ کس شعبے سے منسلک ہوا ہے چونکہ دینی مدارس کے نصاب کا دارومدار قرآن حکیم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ دونوں ماخذ عربی میں ہیں لہٰذا ایک طالب علم کو عربی زبان پر عبور حاصل کرنا از حد ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ابتدائی مرحلے میں قواعد النحو اور قواعد الصرف کو اولیت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ ادب بلاغت جس کے تحت معانی بدیع اور بیان بھی نصاب میں شامل ہوتا ہے اس سے افہام و تفہیم کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور طالب علم میں یہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اسم فعل حرف اور ان کے اعراب سے بخوبی آگاہ ہو جاتا ہے' عربی زبان کا فہم آ جاتا ہے اور طالب علم یہ جان لیتا ہے کہ اس کی تعلیم کا مقصد قرآن وحدیث سے براہ راست مستفید ہونا ہے اور دین اسلام کا صحیح فہم حاصل کرنا ہے بعض طلبہ علم اور صلاحیت ہونے کے باوجود ان میں خود اعتمادی کا فقدان ہوتا ہے اور وہ مقصد حاصل کرنے میں ناکام ہوتے ہیں اس کے برعکس ایسے بھی طلبہ ہوتے ہیں جن میں خود اعتمادی حد سے زیادہ ہوتی ہے اور انہیں علم و فضل کا گمنڈ ہوتا ہے۔

(2) توثیق

یہ نصاب کا دورا مرحلہ ہے ابتدائی مرحلے کے بعد اس کی توثیق کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً عربی

زبان کی معرفت کے بعد طالب علم قرآن حکیم' حدیث نبوی الشریف' اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست استفادہ کرتا ہے جس کے لیے اس کے نصاب میں علوم القرآن' علوم الحدیث' فقہ السیرۃ ایسی کتابیں شامل ہوتی ہیں جن کے ذریعے وہ اپنی فکر اور سوچ کی توثیق حاصل کرتا ہے۔

(3) دلیل اور استنباط

یہ تیسرا مرحلہ ہے ایسے علوم نصاب میں داخل ہوتے ہیں جو اصول پر مبنی ہیں جو دلیل پر بحث کر سکیں اور اس سے استنباط کے طریقے بیان کر سکیں۔ ان میں علم اصول فقہ' علم الکلام' علم المنطق علم الاداب شامل ہیں۔ ان کے ذریعے دلیل پر بحث ہوتی ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا دلیل مدلول کے مطابق ہے یا نہیں' کیا اس کے ذریعے مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

(4) انسانیت کی تعمیر

یہ چوتھا مرحلہ ہے! اس میں ایسی کتابیں شامل ہوتی ہیں جو انسانی اخلاق کی تعمیر میں مددگار ہوتی ہیں اور انسان کا تزکیہ کرتی ہیں۔ اس میں پڑھے ہوئے علوم پر عملی نمونہ پیش کرتی ہیں اور پیش آمدہ مسائل کا حل بتاتی ہیں مثلاً علم الفقہ' علم الاخلاق' تزکیہ النفس اس سے انسان اپنے کردار کی تعمیر کرتا ہے اور تمام علوم کا چلتا پھرتا نمونہ پیش کرتا ہے۔

نصاب سازی میں اگر مذکورہ بالا مراحل کا لحاظ رکھا جائے اور اسی ترتیب سے مضامین شامل کیے جائیں تو ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسا نصاب طلبہ میں پوری مہارت پیدا کر دے گا اور وہ مسائل سے آگاہی کے ساتھ اس کا مکمل احاطہ اور ادراک کرے گا اور پھر ان کے حل میں قدرت اور ملکہ حاصل کرے گا۔ یہی علم ہے جو ایک اچھے نصاب کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔

اسلوب تدریس

دینی مدارس اور جامعات میں اب بھی قدیم اسلوب تدریس رائج ہے۔ نصاب میں شامل کتاب کو لفظ بہ لفظ پڑھ کر ان کو حل کیا جاتا ہے۔ بعض کلمات کی وجہ حصر بیان کی جاتی ہے اور ایسی باتوں کا تکرار ہوتا ہے جس سے حاصل کچھ نہیں ہوتا' قدیم اسلوب میں تبدیلی کو بھی پسند نہیں کیا جاتا حالانکہ تدریس کا وہی اسلوب سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جس سے طالب علم کو زیادہ فائدہ پہنچے۔ آج اسلوب تدریس میں خاطر خواہ تبدیلیاں آئی ہیں ایک مثالی تعلیمی ادارے میں تدریس کے لیے باقاعدہ تدریب (ٹریننگ) کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ تاکہ اساتذہ کرام کو مشق کرادی جائے کہ وہ کیسے پڑھائیں۔

تدریس میں وائٹ بورڈ کا استعمال بہت مفید ہے۔ سبق شروع کرنے سے پہلے مشکل الفاظ اور ان کے معانی بورڈ پر لکھ دیئے جائیں یا سبق کا خلاصہ تحریر کر دیا جائے اور پھر اس کی تشریح یا تفصیل بیان کر دی جائے۔ کوئی شک نہیں کہ نصاب میں شامل کتاب کو حل کرنا بھی ایک کارآمد بات ہے لیکن اس کے ساتھ اگر استاد پہلے سبق پر سیر حاصل درس یا لیکچر دے اور کتاب کا جو حصہ پڑھانا مقصود ہے اس پر بات کر لے تو طالب علم کے ذہن میں ایک خاکہ بیٹھ جاتا ہے۔ اس کے بعد بے شک کتاب کی عبارت حل کرا دے۔ مثلاً نحو کی تدریس میں فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے یا صفت اور موصوف کا اعراب ایک جیسا ہوتا ہے۔ قاعدہ بیان کر دے اس کی تفہیم کے لیے مثالیں بیان کرے اور طلبہ سے سوال کرے کہ اس مثال میں فاعل کہاں ہے؟ مفعول کہاں ہے علی ہذا القیاس۔ اسی طرح اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو نوٹس لکھنے پر مجبور کریں اس طرح ہر طالب علم بغور استاد کی گفتگو سنے گا اور اہم نکات اپنی کاپی میں درج کرے گا اور آئندہ اس کی روشنی میں سبق یاد کر سکے گا جو سبق پڑھایا گیا اس میں سے مشکل حصے کے بارے میں طلبہ کو گھر کے لیے کام دیا جائے کہ وہ کاپیوں پر مکمل متن ترجمہ اور تشریح لکھ کر لائیں اس طرح از خود سبق یاد ہوتا ہے۔

اسلوب تدریس میں سب سے پسندیدہ طریقہ وہی ہے جس کا تذکرہ حدیث جبریل میں آیا ہے۔ معروف حدیث ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک شخص حاضر ہوا جس کے کپڑے سفید اور بال سیاہ تھے' سفر کے آثار نہ تھے وہ آپ کے سامنے دو زانو ہو کو بیٹھ گیا اور آپ سے سوال کیا یا محمد اخبرنی عن الاسلام۔ یہ طویل حدیث جس میں جبریل امین استفہامیہ انداز میں آپ سے سوال پوچھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیتے۔ گویا یہ بھی تدریس کا ایک خوبصورت انداز ہے کہ طلبہ اپنے الشیخ سے سوال کریں اور وہ ان کے جوابات دیتے جائیں اس طریقہ کا روشن پہلو یہ ہے کہ تمام سامعین بے حد متوجہ ہو جاتے ہیں کیونکہ سوال ذہن میں موجود ہے اب اس کے جواب کا انتظار ہے جس کی وجہ سے سب ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہیں۔

بلکہ بعض اوقات آپ نے صحابہ کرام سے ایسے سوالات بھی کیے مثلاً آپ نے ایک درخت کے بارے میں پوچھا جس کی مثال مومن کی سی ہے یعنی کھجور کا درخت۔ ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ شاگردوں میں کسی بات کا تجسس اور شوق پیدا کر دیا جائے مثلاً آپ نے ابی بن کعب کو بلایا' وہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ میں مسجد سے نکلتے وقت تجھے ایک ایسی سورت کے بارے میں آگاہ کرونگا جس کی مانند تورات' انجیل اور قرآن میں بھی کوئی سورت نہیں ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بے حد شوق پیدا ہوا کہ یہ جان سکوں کہ وہ کونسی سورت ہے میں آپ کے ساتھ رہا حتی کہ آپ مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے یاد کرایا کہ آپ نے یہ وعدہ فرمایا تھا تو آپ نے جواباً کہا کہ تم نماز میں کونسی سورت پڑھتے ہو تو بتایا کہ الفاتحہ تو آپ نے کہا کہ یہی وہ سورت ہے جو سب سے اعلیٰ ہے۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ دینی مدارس کا نصاب مشکل اور طویل ہوتا ہے۔ لہٰذا اساتذہ کو چاہیے کہ وہ

اپنی زیر تدریس کتاب کو پورے سال پر اس طرح تقسیم کرے کہ مرحلہ وار مکمل ہو جائے اور ابتدا میں طلبہ کو کتاب کے بارے میں مکمل اور کافی معلومات فراہم کرے اور کتاب کی خصوصیات اور اس کے اسلوب کے بارے میں آگاہ کرے تاکہ طالب علم اسی روشنی میں اس کو پڑھے۔

اساتذہ کرام

ایک مثالی تعلیمی ادارے کا قیمتی سرمایہ اس کے اساتذہ ہوتے ہیں ان کی علمی ثقاہت اور شخصی وجاہت دیکھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ تعلیمی ادارہ کیسا ہے اس لیے تعلیمی ادارے کو اساتذہ کرام کا انتخاب کرتے ہوئے اس بات کا پورا اہتمام کرنا چاہیے اور قابل اور تجربہ کار اساتذہ کو ہی مسند تدریس پر بٹھانا چاہئے کیونکہ طلبہ ہمارے پاس امانت ہیں ان کی خیر خواہی یہی ہے کہ انہیں بہترین اساتذہ فراہم کیے جائیں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ اساتذہ کا ذوق اور رجحان دیکھ کر ہی اسباق دیئے جائیں ان کے مزاج کے برخلاف اسباق کا وہ حق ادا نہ کر سکیں گے اس طرح استاذ بھی پریشان ہوتا ہے اور طلبہ کا نقصان الگ ہے۔

آج تخصصات کا دور ہے لہٰذا ہر مضمون کے متخصص اساتذہ کا ملنا دشوار نہیں ہے اگر انہیں ان کے علمی ذوق کے مطابق اسباق دیئے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ تدریس کا حق ادا نہ کر سکیں۔ اساتذہ کرام کی علمی قابلیت کے باوجود انہیں اداروں میں ٹریننگ کے مواقع فراہم کرنے چاہیں تاکہ وہ اپنی تدریسی استعداد میں نئے اسلوب کو اختیار کر سکیں۔

اساتذہ کرام کو ایک اچھا ماحول فراہم کرنا انتظامیہ کی ذمہ داری ہے تاکہ وہ کھلے ماحول میں اپنی صلاحیت کو آزما سکیں اور اس کے ساتھ ان کی کفالت بھی صحیح انداز سے کریں تاکہ وہ مطمئن ہو کر کام کر سکیں۔

نظام امتحانات!

ایک مثالی تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم طلبہ کے علمی معیار کو پرکھنے اور ان کی استعداد کو جانچنے کا ذریعہ امتحان ہوتا ہے۔ یہ امتحان کئی مراحل پر مشتمل ہو سکتا ہے مثلاً ماہانہ سہ ماہی ششماہی اور سالانہ ان سب کے نمبر سالانہ امتحان میں شامل کیے جا سکتے ہیں اور کامیابی کے لیے کم از کم 50% فیصد نمبر ہونا ضروری قرار دیا جائے۔ امتحان میں شمولیت کے لیے 75% فیصد حاضری لازمی قرار دی جائے اور اگر استاذ اپنے اسباق کی حاضری کا تناسب نکالے تو بہتر نتائج کی توقع ہو سکتی ہے اور طالب علم بھی استاد کے سبق میں اپنی حاضری کو یقینی بنائے گا۔

امتحانات کے لیے ضروری ہے کہ تحریری پرچے لیے جائیں۔ اگرچہ ان میں بھی آجکل مختلف صورتیں آ گئی ہیں۔ لیکن دینی مدارس میں انشائیہ انداز زیادہ موثر ہوتا ہے البتہ ایک سوال معروضی بھی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ بعض اسباق ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا شفوی امتحان از حد ضروری ہے۔ مثلاً قرآن حکیم کا حفظ یا تجوید و قراۃ کا امتحان

طلبہ کی حوصلہ افزائی!

تعلیمی ادارے کا قیمتی اثاثہ طلبہ ہی ہوتے ہیں۔ ان کے لیے بہترین ماحول فراہم کرنا اور خصوصاً اعلیٰ تعلیمی سہولتیں میسر کرنا ادارے کی اولین ذمہ داری ہے۔ صاف ستھرا ماحول' پرسکون رہائشی کمرے تمام بنیادی ضرورتوں سے آراستہ ہونے چاہیں' غسل خانے اور ٹائیلٹ بھی اچھے اور صاف ستھرے رکھے جائیں۔

طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے امتحانات کے نتائج اور ان میں پائی جانے والی اخلاقی قدروں کو بنیاد بنانا چاہیے اور بہترین انعامات کے ساتھ انہیں اچھی کارکردگی کے سٹوفکیٹ دینے چاہیں۔ اس سے طلبہ کی نہ صرف حوصلہ افزائی ہوتی ہے بلکہ یہ اعزاز مستقبل میں بھی کام آتا ہے اور نمایاں طلبہ کے نام جامعہ کے نوٹس بورڈ میں آویزاں کرنے چاہیں تاکہ باہر سے آنے والے لوگ یہ دیکھ کر ہی اندازہ کرلیں کہ ادارے کے طلبہ اعلیٰ تعلیمی معیار اور تربیت سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

ہم نصابی سرگرمیاں!

اعلیٰ تعلیمی اداروں میں نصاب کی تدریس کے ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں کا بھی بھرپور انتظام ہوتا ہے۔ یہ سرگرمیاں طلبہ کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور انہیں اپنی خوبیوں کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں۔ ان میں تقریری مقابلے مباحثے' مشاعرے' مقابلہ حسن قراۃ ' نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، علمی کوئز مقابلے شامل ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ مختلف موضوعات پر ہفتہ یا عشرہ آگاہی بھی منعقد کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ہفتہ قرآن' ہفتہ حدیث ' ہفتہ سیرۃ صلی اللہ علیہ وسلم' ہفتہ فقہ اور فقہاء کرام ہفتہ صفائی' ہفتہ اعتدال اور وسطیہ وغیرہ شامل ہوسکتے ہیں اسی طرح طلبہ کے درمیان مختلف مضامین پر تحریری مقابلہ بھی منعقد ہوسکتا ہے اس سے ان میں لکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور ہر سال یہ پروگرام جاری رہنے چاہیے۔

بامقصد کھیلوں کا اہتمام!

ایک اعلیٰ اور باصلاحیت دماغ تندرست جسم میں ہی ہوسکتا ہے صحت وتندرستی کا تعلق انسانی جسم سے ہے۔ موٹاپا طلبہ کے لیے زہر قاتل ہے اس سے حافظہ متاثر ہوتا ہے ویسے بھی طلبہ کو تعلیم کے ساتھ جسمانی ورزش کرنی چاہیے۔ حجاج بن یوسف نے اپنے بیٹے کے اتالیق کو کہا تھا کہ اسے لکھنے سے پہلے تیرنا سکھاؤ کیونکہ لکھنے والے تو اسے دستیاب ہوجائیں گے لیکن اس کی جانب سے تیرنے والا نہ مل سکے گا) علمهم السباحة قبل الكتابة فانهم يجدون من يكتب عنهم ولا يجدون من يسبح عنهم ''ادارے کا کام ہے کہ طلبہ کو کھیلنے کے لیے وقت دیں۔ ایسی مختلف کھیلیں جن سے جسمانی ورزش ہو۔ اسی طرح سال میں کم از کم ایک مرتبہ طلبہ کے درمیان کھیلوں کے مقابلے کرائیں اور تفریح کے مواقع فراہم کریں۔